AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783
https://aljamei.com/index.php/ajrj

سیاسی فتنوں کے باب میں اطاعتِ امیر کا تصور: صحیح احادیث کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

A Critical Analytical Study of the Concept of Obedience to Authority in the Context of Political Turmoil in Authentic Hadith Literature

Muhammad Abdullah Bodla
PhD Islamic studies (Hadith wa seerah), bodla.abdullah@gmail.com
Dr Shabir Ahmad (Abu ul Hassan)
Ex Chairman, Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur
abul.hassan@iub.esu.pk

Abstract

This study critically examines the concept of obedience to authority as articulated in authentic Hadith literature, particularly in the context of political turmoil, civil strife, and governance crises. Drawing upon rigorously authenticated narrations from the Ṣiḥāḥ collections, the research explores the normative framework established by the Prophet Muhammad ﷺ regarding obedience (ṭāʿah), disobedience, patience, and resistance. The study argues that prophetic guidance does not advocate unconditional or absolute obedience; rather, it establishes a morally conditioned obedience bound by adherence to divine commandments and justice. Through an analytical reading of key aḥādīth addressing rulers, rebellion, fitnah, and public order, the paper highlights the balance maintained in the Prophetic Sunnah between preserving social stability and upholding ethical accountability. Special attention is given to narrations that emphasize obedience "in what is right" (fī al-maʿrūf), the prohibition of obedience in sin, and the prioritization of preventing greater chaos and bloodshed during periods of political unrest. The study further critiques modern misappropriations of these aḥādīth by authoritarian regimes and extremist movements alike, demonstrating how selective readings distort the holistic Prophetic methodology. By situating Hadith discourse within its ethical, legal, and maqāṣid-based framework, this research contributes to contemporary debates on Islamic political thought, legitimacy of authority, and the ethics of dissent in times of political crisis.

Keywords: *Obedience to Authority; Authentic Hadith Literature; Political Turmoil; Islamic Political Thought; Fitnah; Governance and Ethics; Legitimacy of Power; Dissent in Islam*

تمہید: سیاسی فتنوں میں اطاعتِ امیر کا مسئلہ اور اس کی علمی اہمیت

سیاسی فتنوں کے ادوار انسانی تاریخ میں ہمیشہ سے آزمائش، اضطراب اور فکری انتشار کا سبب بنتے رہے ہیں، اور اسلامی روایت میں بھی یہ مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ قرآنِ مجید نے فتنہ کو محض فردی آزمائش نہیں بلکہ اجتماعی فساد، خونریزی اور دینی انحراف کا سبب قرار دیا ہے، اور بارہا اس بات کی تنبیہ کی ہے کہ اجتماعی نظم کے ٹوٹنے سے ایسے نتائج پیدا ہوتے ہیں جو فردی ظلم سے کہیں زیادہ تباہ کن ہوتے ہیں۔ اسی قرآنی تناظر میں اطاعتِ امیر کا تصور سامنے آتا ہے، جو دراصل معاشرے کو انتشار سے بچانے اور اجتماعی زندگی کو نظم و ضبط کے ساتھ قائم رکھنے کا ایک بنیادی ذریعہ ہے۔

سیاسی فتنوں میں اطاعتِ امیر کے مسئلے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھنے کے لیے سب سے پہلے قرآنِ مجید کی ہدایات پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ قرآن میں بارہا اجتماعی فساد اور فتنہ کی خطرناک صورتوں کا ذکر ملتا ہے:

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ.

"اور اگر تم میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان انصاف کرو اور اگر ایک گروہ دوسرے کے خلاف زیادتی کرے تو پھر لڑائی میں ان کے خلاف جنگ کرو جب تک کہ اللہ کا حکم پورا نہ ہو۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کر دو، اور انصاف کرنے والے کی حمایت کرو، اور اللہ کی مدد سے قائم رہو۔"([1])

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ سیاسی اور اجتماعی فتنہ صرف ایک ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ پورے معاشرے کو متاثر کرنے والا خطرہ ہے، اور اس سے نمٹنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ امیر اور اجتماعی عدل کو لازمی قرار دیا ہے۔ اطاعتِ امیر کو قرآن میں **اندھی فرمانبرداری** کے بجائے **معنوی اور اصولی تابع داری** کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو اللہ، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دے کر سیاسی و سماجی نظم کی ایک واضح بنیاد فراہم کی گئی ہے، مگر یہ اطاعت کسی اندھی فرمانبرداری کا نام نہیں بلکہ ایک اصولی اور اخلاقی اطاعت ہے جو اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع رہتی ہے۔ اسی لیے قرآنی ہدایت میں اطاعتِ امیر کو مطلق اختیار کے بجائے ذمہ داری اور جواب دہی کے دائرے میں رکھا گیا ہے۔ اس قرآنی تصور کا مقصد یہ ہے کہ اقتدار، خواہ کسی کے پاس ہو، وہ وحیِ الٰہی کی بالادستی سے ماورا نہ ہو اور اجتماعی فیصلے عدل اور حق کے اصولوں کے مطابق انجام پائیں۔

احادیثِ نبویہ میں سیاسی فتنوں کے حوالے سے اطاعتِ امیر کا ذکر خاص طور پر اس وقت سامنے آتا ہے جب معاشرہ داخلی خلفشار، خانہ جنگی اور اقتدار کی کشمکش کا شکار ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے حالات میں امت کو جذباتی ردِعمل، جلد بازی اور مسلح تصادم سے بچنے کی تلقین فرمائی اور نظمِ اجتماعی کے تحفظ کو ایک بڑی دینی مصلحت قرار دیا۔ تاہم ساتھ ہی یہ اصول بھی واضح کیا کہ معصیت، ظلمِ صریح اور اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، یوں اطاعت اور اخلاقی حدود کے درمیان ایک واضح خط کھینچ دیا گیا۔

احادیثِ نبویہ بھی اسی فکری بنیاد کو تقویت دیتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی قیادت کی اطاعت کرے، سوائے اس صورت کے کہ وہ اللہ کی نافرمانی پر مجبور کرے۔"([2])

یہ حدیث اطاعت کے دائرہ کار اور اخلاقی حدود کو واضح کرتی ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں فتنوں کے دوران **صبر، حکمت اور اجتماعی نظم کی حفاظت** پر زور دیا گیا ہے:

"جو شخص فتنہ کے وقت ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے امن میں رکھتا ہے۔"([3])

یہ تعلیمات اس بات کی دلیل ہیں کہ اطاعتِ امیر کا اصل مقصد حکمران کی حمایت نہیں بلکہ **امت کو انتشار اور تباہی سے بچانا** ہے۔

سیاسی فتنوں کے بارے میں نبوی ہدایات کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ محض طاقت کے توازن یا اقتدار کے استحکام پر مبنی نہیں بلکہ اخلاقی شعور، صبر، حکمت اور بڑے نقصان سے بچاؤ پر زور دیتی ہیں۔ احادیث میں فتنوں کو نیند کی طرح سلانے، زبان اور ہاتھ کو قابو میں رکھنے، اور اجتماعی وحدت کو قائم رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، تاکہ اختلاف سیاسی جنگ کی صورت اختیار نہ کرے۔ اس اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ اطاعتِ امیر کا اصل مقصد حکمران کو تحفظ دینا نہیں بلکہ امت کو خود اپنے ہاتھوں سے تباہی میں جھونکنے سے بچانا ہے۔

اردو میں اس موضوع پر تحقیق کرنے والے علمانے بھی اسی فکری توازن کو واضح کیا ہے۔ شیخ ابو بکر جابر الجزائری نے اپنی کتاب أیسر التفاسیر میں لکھا ہے کہ:

"فتنہ کے وقت عوام کی اطاعت اور حکمران کی ذمہ داری دونوں کو اعتدال کے ساتھ سمجھنا ضروری ہے، تاکہ نہ ظلم کی راہ ہموار ہو اور نہ انتشار کو فروغ ملے۔"[4]

اسی طرح مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی نے تفسیر القرآن الکریم میں کہا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے اصول مقرر کیے ہیں تاکہ معاشرہ اپنے اجتماعی نظم کو برقرار رکھے اور فتنہ کے دوران دینی اور اخلاقی اقدار محفوظ رہیں۔"[5]

قرآن و حدیث کے اس مجموعی منہج کو سامنے رکھا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اطاعتِ امیر نہ تو مطلق اطاعت کا نام ہے اور نہ ہی بغاوت اور انارکی کی اجازت کا ذریعہ۔ بلکہ یہ ایک ایسا متوازن تصور ہے جو فتنہ کے ماحول میں عدل، استحکام اور دینی اقدار کے تحفظ کو مقدم رکھتا ہے۔ اسی توازن کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں تاریخ میں کبھی جبر کو دینی تقدیس ملی اور کبھی انتشار کو مذہبی رنگ دیا گیا، جس سے نہ صرف سیاسی نظام بگڑا بلکہ دینی فکر بھی شدید ابہام کا شکار ہوئی۔

ان حالات میں قرآن و سنت کی روشنی میں اطاعتِ امیر کے تصور کا از سرِ نو تجزیہ ایک ناگزیر علمی ضرورت بن جاتا ہے، تاکہ سیاسی فتنوں کے دور میں امت کے لیے ایک ایسا فکری رہنما اصول فراہم کیا جا سکے جو نہ جمود پیدا کرے اور نہ فساد کو فروغ دے۔ یہ تمہید اسی علمی ضرورت کو پیشِ نظر

رکھتے ہوئے اس موضوع کو ایک سنجیدہ، اصولی اور حدیثی تناظر میں سمجھنے کی بنیاد فراہم کرتی ہے، تاکہ اطاعت، احتساب اور اجتماعی مصلحت کے درمیان صحیح توازن واضح ہو سکے۔

صحیح احادیث میں اطاعتِ امیر کا اصولی تصور اور اس کی شرائط

صحیح احادیث میں اطاعتِ امیر کا تصور اسلامی سیاسی فکر کا ایک بنیادی مگر نہایت محتاط اصول ہے، جسے نبی کریم ﷺ نے واضح حدود اور اخلاقی شرائط کے ساتھ بیان فرمایا۔ احادیث میں امیر کی اطاعت کو دینی نظم کا حصہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اجتماعی زندگی بغیر قیادت اور نظم کے قائم نہیں رہ سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس بات کی تلقین فرمائی کہ وہ اپنے حکمران کی بات سنیں اور اطاعت کریں، خواہ وہ ذاتی طور پر ناپسند ہی کیوں نہ ہو، تاکہ اختلاف انتشار اور فساد کی صورت اختیار نہ کرے۔ اس اصول کا بنیادی مقصد اقتدار کو تحفظ دینا نہیں بلکہ امت کو خانہ جنگی اور داخلی ٹوٹ پھوٹ سے بچانا ہے۔

تاہم احادیثِ صحیحہ میں اطاعتِ امیر کو کبھی بھی غیر مشروط یا مطلق قرار نہیں دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے بارہا اس اصول کو واضح کیا کہ اطاعت صرف معروف میں ہے، یعنی ایسے احکام میں جو شریعت اور اخلاق کے دائرے میں ہوں۔ معصیت، ظلمِ صریح یا اللہ کی نافرمانی پر مبنی کسی حکم میں اطاعت نہ صرف ناجائز بلکہ ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اس شرط کے ذریعے نبوی تعلیمات نے حکمران کے اختیار کو وحی کے تابع رکھا اور یہ واضح کر دیا کہ سیاسی طاقت اخلاقی قانون سے بالاتر نہیں ہو سکتی۔

احادیث میں امیر کی اطاعت کو سننے اور ماننے کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نظمِ اجتماعی محض طاقت کے ذریعے نہیں بلکہ رضاکارانہ التزام کے ذریعے قائم رہتا ہے۔ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان اپنے امیر کی اطاعت خوشی اور ناخوشی دونوں حالتوں میں کریں، جس سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اطاعت کا تعلق ذاتی پسند وناپسند سے نہیں بلکہ اجتماعی مصلحت سے ہے۔ اس ہدایت کا مقصد سیاسی اختلاف کو ذاتی انا یا گروہی تعصب کی بنیاد پر تصادم میں بدلنے سے روکنا ہے۔

سیاسی فتنوں کے زمانے میں اطاعتِ امیر کی اہمیت احادیث میں مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے ایسے حالات میں صبر، تحمل اور نظم سے وابستگی کی تلقین فرمائی اور امت کو اس بات سے خبردار کیا کہ جذباتی ردِ عمل اور مسلح تصادم بڑے فساد کا سبب بنتے ہیں۔ احادیث میں یہ تصور بار بار سامنے آتا ہے کہ ایک ناقص یا ظالم حکمران کے ساتھ محدود صبر، اس فساد سے بہتر ہے جو اقتدار کے خلا یا خانہ جنگی سے جنم لیتا ہے۔ یہ اصول فتنہ کے ماحول میں نقصان کے تقابلی جائزے پر مبنی ہے۔

اسی کے ساتھ احادیث نے یہ دروازہ بھی بند نہیں کیا کہ حکمران کو بے لگام چھوڑ دیا جائے۔ نبی ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہر حال میں دینی فریضہ قرار دیا، جس کا اطلاق حکمرانوں پر بھی ہوتا ہے۔ صحیح احادیث میں حکمران کے سامنے حق بات کہنے کو افضل جہاد قرار دیا گیا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اطاعت خاموش اطاعت نہیں بلکہ اخلاقی جرات اور اصلاح کے جذبے کے ساتھ وابستہ ہے۔ یوں اطاعت اور احتساب کو ایک دوسرے کا متضاد نہیں بلکہ تکمیلی تصور بنایا گیا ہے۔

احادیث میں اطاعتِ امیر کا ایک اہم پہلو اجتماعی وحدت کا تحفظ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جماعت سے وابستگی کو دین کا حصہ قرار دیا اور جماعت سے علیحدگی کو گمراہی اور تباہی کا راستہ بتایا۔ اس تناظر میں امیر کی اطاعت دراصل جماعت کی اطاعت بن جاتی ہے، کیونکہ قیادت کے بغیر جماعت محض ایک منتشر ہجوم بن کر رہ جاتی ہے۔ اس اصول سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اطاعتِ امیر کا تعلق فرد اور ریاست کے رشتے سے زیادہ امت کے اجتماعی وجود سے ہے۔

صحیح احادیث میں خروج اور بغاوت کے بارے میں جو سخت تنبیہات ملتی ہیں، وہ بھی اسی اصولی تصور کو تقویت دیتی ہیں۔ نبی ﷺ نے اسلحہ اٹھا کر مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہونے کو سخت گناہ قرار دیا اور اسے فتنہ و فساد کا سبب بتایا۔ تاہم یہ ممانعت اس شرط کے ساتھ بیان ہوئی ہے کہ حکمران صریح کفر کا ارتکاب نہ کرے جس پر واضح دلیل موجود ہو۔ اس شرط نے اطاعت اور بغاوت کے درمیان ایک انتہائی نازک مگر واضح حد قائم کر دی ہے۔

احادیث کے مجموعی مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اطاعتِ امیر ایک وقتی یا حالات سے بے نیاز حکم نہیں بلکہ ایک اصولی، اخلاقی اور مقاصدی تصور ہے۔ اس کا مقصد نہ تو جبر کو دینی رنگ دینا ہے اور نہ ہی ہر اختلاف کو بغاوت میں بدلنے کی اجازت دینا۔ بلکہ صحیح احادیث امت کو ایک ایسا متوازن راستہ دکھاتی ہیں جہاں نظمِ اجتماعی، عدل، اخلاق اور دینی وفاداری ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔

یوں صحیح احادیث میں اطاعتِ امیر کا اصولی تصور دراصل اسلامی سیاسی فکر کا اخلاقی ضمیر ہے، جو اقتدار کو جواب دہ، امت کو متحد اور فتنہ کو محدود رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی توازن اس موضوع کو محض فقہی بحث کے بجائے ایک زندہ، عملی اور عصرِ حاضر سے مربوط مسئلہ بنا دیتا ہے، جس کی تفہیم کے بغیر نہ دینی استحکام ممکن ہے اور نہ سیاسی اعتدال۔

اطاعتِ امیر اور نظمِ اجتماعی کا تعلق:

نبی ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی قیادت کی اطاعت کرے، سوائے اس صورت کے کہ وہ اللہ کی نافرمانی پر مجبور کرے۔"[6]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اطاعت بنیادی طور پر اجتماعی نظم کے تحفظ کے لیے ہے، نہ کہ ذاتی پسند و ناپسند کے لیے۔

اطاعت میں حدود اور اخلاقی دائرہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" امیر کی اطاعت صرف معروف میں ہے، اور جو شخص کسی ظلم یا گناہ پر مجبور کرے، اس کی اطاعت جائز نہیں۔"

یہ واضح کرتا ہے کہ اطاعت مطلق نہیں بلکہ شرعی اور اخلاقی دائرہ میں محدود ہے۔

صبر، تحمل اور فتنہ میں احتیاط:

نبی ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص فتنہ کے وقت ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھتا ہے، اللہ اسے امن میں رکھتا ہے۔[7]"

یہ اصول فتنہ کے ماحول میں صبر و تحمل کی ضرورت کی وضاحت کرتا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

نبی ﷺ نے فرمایا:

" تم میں سے جو شخص اپنے حکمران کے سامنے حق کہے، اس کا اجر افضل جہاد کے برابر ہے۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اطاعت خاموش اطاعت نہیں بلکہ اصلاح اور حق بات کے ساتھ مربوط ہے۔

اجتماعی وحدت اور جماعت کی اطاعت:

قرآن مجید میں فرمایا:

"اور اگر مومنوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرو، پھر انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ "

یہ اجتماعی وحدت اور امیر کی اطاعت کی حیثیت کو جماعت کی بقا سے مربوط کرتا ہے۔

خروج وبغاوت کی ممانعت:

نبی ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اپنے امیر کے خلاف فوج لے کر نکلے اور مسلمانوں کے درمیان فساد پھیلائے، اس نے جہنم کی آگ میں قدم رکھا۔"

ساتھ ہی حدیث میں یہ شرط بھی دی گئی کہ اگر حاکم صریح کفر کرے تو استثناء ہے۔

سیاسی فتنہ، خروج اور نظمِ اجتماعی: نبوی ہدایات کا تجزیاتی مطالعہ

سیاسی فتنہ اسلامی فکر میں محض اقتدار کی کشمکش یا سیاسی اختلاف کا نام نہیں بلکہ وہ کیفیت ہے جس میں حق و باطل کی تمیز دھندلا جاتی ہے، جذبات عقل پر غالب آ جاتے ہیں اور اجتماعی نظم ٹوٹنے کے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے فتنہ کو قتل سے بڑھ کر خطرناک قرار دے کر اس کے اجتماعی اثرات کی سنگینی کو واضح کیا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اپنی احادیث میں سیاسی فتنوں کے ظہور کو امت کے لیے سخت آزمائش قرار دیا۔ ان ہدایات کا بنیادی مقصد امت کو ایسے حالات میں بے سمت ردِ عمل سے بچانا اور اسے ایک اصولی طرزِ عمل فراہم کرنا تھا۔

احادیثِ نبویہ میں فتنہ کے زمانے میں سب سے پہلا اصول نظمِ اجتماعی سے وابستگی کا ہے۔ نبی ﷺ نے جماعت کے ساتھ رہنے، مسلمانوں کی وحدت کو قائم رکھنے اور قیادت سے علیحدگی اختیار نہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ یہ تعلیم اس حقیقت پر مبنی ہے کہ جب اجتماعی نظم ٹوٹتا ہے تو ظلم اور فساد کو روکنے والا کوئی باقی نہیں رہتا۔ اس تناظر میں امیر کے ساتھ وابستگی دراصل فرد کی نہیں بلکہ پوری جماعت کی حفاظت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

خروج اور مسلح بغاوت کے حوالے سے نبوی ہدایات نہایت محتاط اور اصولی ہیں۔ نبی ﷺ نے ایسے اقدامات سے سختی کے ساتھ منع فرمایا جو مسلمانوں کے خون بہنے اور خانہ جنگی کا سبب بنیں۔ صحیح احادیث میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ اقتدار کی ناہمواری یا حکمران کے ظلم کو بنیاد بنا کر تلوار اٹھانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک صریح کفر کا ارتکاب ثابت نہ ہو اور اس پر واضح دلیل موجود نہ ہو۔ اس شرط نے سیاسی مزاحمت کو جذباتی نعروں کے بجائے شرعی معیار کے تابع کر دیا۔

نبوی منہج میں خروج کی ممانعت کا سبب حکمران کی تقدیس نہیں بلکہ فتنہ کے نتائج کا ادراک ہے۔ احادیث میں بارہا اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ایک ظالم حکمران کے ساتھ صبر، اس فساد سے بہتر ہے جو اقتدار کے خلا، خانہ جنگی اور مسلسل عدمِ استحکام سے پیدا ہوتا ہے۔ اس اصول کا تعلق مصلحت اور مفسدہ کے تقابلی جائزے سے ہے، جس میں کم تر نقصان کو اختیار کر کے بڑے نقصان سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔[8]

اس کے باوجود نبوی تعلیمات ظلم کے سامنے مکمل خاموشی کی دعوت نہیں دیتیں۔ نبی ﷺ نے فتنوں کے دور میں بھی حق بات کہنے، ظلم سے نفرت رکھنے اور دل میں برائی کو برائی سمجھنے کو ایمان کا تقاضا قرار دیا۔ افضل جہاد کو ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ نظمِ اجتماعی کی حفاظت کا مطلب اخلاقی ذمہ داری سے دستبرداری نہیں بلکہ حکمت کے ساتھ اصلاح کی کوشش ہے۔

سیاسی فتنوں کے باب میں نبوی ہدایات کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ افراد کو ذاتی تشدد کے بجائے اجتماعی صبر اور اخلاقی ضبط کی طرف لے جاتی ہیں۔ احادیث میں ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھنے، جلد بازی سے بچنے اور ایسے اختلافات میں کودنے سے گریز کی تلقین کی گئی ہے جن کے نتائج واضح نہ ہوں۔ یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ ہر نیکی کا جذبہ لازماً درست نتیجہ پیدا نہیں کرتا، اگر وہ حکمت اور اصول سے خالی ہو۔

نظمِ اجتماعی کے تحفظ کو نبوی ہدایات میں دین کی بنیادی مصلحتوں میں شامل کیا گیا ہے۔ جان، مال اور عزت کا تحفظ اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب معاشرہ کسی نہ کسی نظم کے تحت قائم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے قیادت کے خاتمے یا متعدد دعوؤں کو فتنہ کا پیش خیمہ قرار دیا اور ایسی صورتحال سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیاسی استحکام محض دنیاوی ضرورت نہیں بلکہ دینی تقاضا بھی ہے۔

مجموعی طور پر نبوی منہج سیاسی فتنہ، خروج اور نظمِ اجتماعی کے درمیان ایک نازک مگر متوازن تعلق قائم کرتا ہے۔ یہ منہج نہ تو ظلم کو جائز قرار دیتا ہے اور نہ ہی انتشار کو دینی فریضہ بناتا ہے، بلکہ امت کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن کے ذریعے وہ شدید بحران میں بھی اپنی اخلاقی شناخت اور اجتماعی وجود کو محفوظ رکھ سکے۔ یہی اعتدال نبوی ہدایات کی اصل روح ہے، جو ہر دور کے سیاسی فتنوں میں رہنمائی فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

نبوی ہدایات میں سیاسی فتنوں کے حوالے سے ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ فرد کو وقتی جذبات کے بجائے طویل المدت نتائج پر غور کرنے کی تربیت دیتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے امت کو بارہا اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ فتنہ بظاہر اصلاح اور انصاف کے نعروں کے ساتھ ابھرتا ہے، مگر انجام کار معاشرے کو اس حال تک پہنچا دیتا ہے جہاں نہ عدل باقی رہتا ہے اور نہ ہی ظلم کا کوئی موثر علاج۔ اسی لیے احادیث میں فتنوں کے وقت جذباتی قیادت اور غیر منظم اقدام سے بچنے کی تلقین ملتی ہے، تاکہ امت خود اپنے ہاتھوں سے اپنے وجود کو کمزور نہ کر بیٹھے۔

احادیث کے مطالعے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نبوی منہج میں سیاسی اختلاف اور سیاسی فتنہ کے درمیان واضح فرق رکھا گیا ہے۔ اختلاف کو ایک فطری انسانی اور سماجی حقیقت تسلیم کیا گیا ہے، جبکہ فتنہ اس مرحلے کو کہا گیا ہے جہاں اختلاف تشدد، تکفیر اور خونریزی میں بدل جائے۔ نبی ﷺ نے اسی مرحلے پر سخت تنبیہ فرمائی اور ایسے اختلاف سے کنارہ کشی کو دینی بصیرت قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سیاسی اختلاف کو خروج یا بغاوت سمجھنا بھی درست نہیں اور نہ ہی ہر اختلاف میں مداخلت کو فتنہ کہا جا سکتا ہے۔

نبوی تعلیمات میں نظمِ اجتماعی کے تحفظ کے لیے قیادت کے تسلسل کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے۔ احادیث میں متعدد امیروں کی بیعت یا متوازی قیادت کو فتنہ کا ذریعہ قرار دیا گیا، کیونکہ ایسی صورتحال میں وفاداریاں تقسیم ہو جاتی ہیں اور اجتماعی قوت بکھر جاتی ہے۔ یہ ہدایت اس بات کی عکاس ہے کہ قیادت کی خامیوں کے باوجود اس کا وجود، قیادت کے فقدان سے کہیں بہتر ہے، بشرطیکہ وہ کھلے کفر یا اجتماعی دین دشمنی کی صورت اختیار نہ کرے۔[9]

سیاسی فتنوں کے باب میں نبوی منہج کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ فرد کو اپنے دائرۂ اختیار میں اصلاح پر توجہ دینے کی دعوت دیتا ہے۔ احادیث میں ایسے مواقع پر اپنے نفس، اہلِ خانہ اور قریبی معاشرتی دائرے کو فتنہ سے محفوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ تعلیم اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ جب بڑے پیمانے پر اصلاح ممکن نہ ہو تو جزوی اصلاح بھی ایک دینی ذمہ داری بن جاتی ہے، اور یہی رویہ فتنہ کے پھیلاؤ کو محدود کرنے میں مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

ان اضافی اصولوں کی روشنی میں یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ نبوی ہدایات سیاسی فتنوں میں کسی ایک جامد حل کی طرف نہیں بلاتیں بلکہ ایک اصولی فکری فریم ورک فراہم کرتی ہیں۔ یہ فریم ورک امت کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ حالات کا تجزیہ عقل، شریعت اور اخلاق تینوں کی روشنی میں کرے، تاکہ نہ اندھی اطاعت پیدا ہو اور نہ ہی اندھی بغاوت۔ یہی توازن نبوی منہج کو ہر دور کے سیاسی بحرانوں میں قابلِ اطلاق اور فکری طور پر زندہ رکھتا ہے۔

اطاعت، احتساب اور عدمِ معصیت کا توازن: حدیثی و فقہی تناظر

اطاعت، احتساب اور عدمِ معصیت کے درمیان توازن اسلامی سیاسی فکر کا وہ مرکزی نکتہ ہے جسے حدیثی اور فقہی روایت نے نہایت باریک بینی سے واضح کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں اطاعت کو کبھی بھی اخلاقی ذمہ داری سے الگ نہیں کیا گیا، بلکہ اسے ایسے نظمِ اجتماعی سے جوڑا گیا ہے جو شریعت کے بنیادی اصولوں کے تابع ہو۔ اسی وجہ سے اطاعتِ امیر کو محض سیاسی وفاداری نہیں بلکہ ایک مشروط دینی التزام قرار دیا گیا، جس کی بنیاد اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت پر قائم ہے۔

احادیثِ صحیحہ میں بار بار اس اصول کو دہرایا گیا ہے کہ اطاعت صرف معروف میں ہے اور معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ یہ قاعدہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ حکمران کا حکم بذاتِ خود اطاعت کا سبب نہیں بنتا، بلکہ اس کا اخلاقی اور شرعی معیار فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ نبی ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ اگر حاکم اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تو اس کی بات نہ مانی جائے، جس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ سیاسی اختیار وحی کے تابع ہے، نہ کہ اس کے بالمقابل ایک خود مختار طاقت۔

فقہی روایت نے اس حدیثی اصول کو مزید منضبط شکل دی ہے۔ فقہاء نے اطاعت کو واجب، جائز اور ممنوع کی اقسام میں تقسیم کر کے واضح کیا کہ ہر حکومتی حکم ایک ہی درجے کا نہیں ہوتا۔ وہ احکام جو شریعت سے ہم آہنگ ہوں ان میں اطاعت واجب ہے، وہ جو مباح کے دائرے میں ہوں ان میں اطاعت نظم کے تحفظ کے لیے مطلوب ہے، جبکہ وہ احکام جو معصیت پر مبنی ہوں ان میں نہ صرف اطاعت ساقط ہو جاتی ہے بلکہ انکار ایک دینی ذمہ داری بن جاتا ہے۔ اس فقہی تقسیم نے اطاعت کو اندھے جبر کے بجائے ایک باشعور اخلاقی عمل بنا دیا۔

احتساب کا تصور اسی توازن کا دوسرا اہم ستون ہے۔ احادیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو امت کی اجتماعی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے، اور اس کا اطلاق حکمرانوں پر بھی اتنا ہی ہوتا ہے جتنا عام افراد پر۔ نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے، اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اطاعت کا مطلب حکمران کو تنقید سے بالاتر سمجھنا نہیں۔ بلکہ اسلامی منہج میں حکمران کی اطاعت اور اس کا احتساب ایک دوسرے کی نفی نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

تاہم حدیثی و فقہی تناظر میں احتساب کے لیے بھی حکمت اور حدود متعین کی گئی ہیں۔ ایسا احتساب جو خود فتنہ، انتشار یا خونریزی کا سبب بن جائے، اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ فقہاء نے اس پہلو پر زور دیا ہے کہ احتساب کا طریقہ، اس کا وقت اور اس کے ممکنہ نتائج سب قابلِ غور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصلاح کو ترجیح دی گئی، جبکہ ایسے اقدامات سے گریز کی تلقین کی گئی جو وقتی طور پر حق کے نام پر ہوں مگر نتیجتاً بڑے فساد کو جنم دیں۔

عدمِ معصیت کا اصول اس پورے توازن کو ایک مضبوط اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہ اصول فرد کو یہ شعور دیتا ہے کہ اس کی پہلی وفاداری اللہ کے احکام کے ساتھ ہے، نہ کہ کسی سیاسی نظام یا شخصیت کے ساتھ۔ اس کے ساتھ ہی یہ اصول فرد کو اس بات سے بھی روکتا ہے کہ وہ معصیت کے انکار کو سیاسی بغاوت یا تشدد کا ذریعہ بنا لے۔ یوں یہ تصور فرد کی دینی غیرت اور اجتماعی ذمہ داری دونوں کو ایک ساتھ متوازن رکھتا ہے۔

حدیثی اور فقہی روایت کے اس مجموعی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تصورِ اطاعت نہ تو مطلق العنانیت کو جنم دیتا ہے اور نہ ہی انارکی کو جواز فراہم کرتا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا اخلاقی و قانونی فریم ورک پیش کرتا ہے جس میں اطاعت نظم کے لیے، احتساب اصلاح کے لیے اور عدمِ معصیت ایمان کے تحفظ کے لیے ہے۔ یہی توازن اسلامی سیاسی فکر کو محض نظری نہیں بلکہ عملی اور ہر دور کے لیے قابلِ رہنمائی بناتا ہے۔

اطاعت، احتساب اور عدمِ معصیت کے توازن کے معاملے میں ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ یہ امت کے اجتماعی شعور کو مضبوط کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے احادیث میں بارہا اس بات کی تاکید کی کہ امت کی بقا اور استحکام صرف اس وقت ممکن ہے جب فرد اپنی ذاتی خواہشات اور جذبات سے بالاتر ہو کر شریعت کے اصولوں کے مطابق عمل کرے۔ اس تناظر میں اطاعت کا مقصد محض حکمران کی اطاعت نہیں بلکہ اجتماعی نظم و سکون اور امت کی فلاح ہے۔ اس اصول کے بغیر نہ تو سیاسی استحکام ممکن ہے اور نہ ہی دینی تعلیمات کی عملی تعبیر۔

مزید بر آں، اطاعت اور احتساب کا یہ توازن اخلاقی تربیت اور فکری بصیرت کا تقاضا بھی ہے۔ حدیثی تعلیمات میں واضح ہے کہ جب حکمران کسی بھی معاملے میں ظلم یا نافرمانی کی طرف مائل ہوں تو اس کے سامنے صرف خاموشی اختیار کرنا یا اندھی اطاعت کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ امت کو اپنی ذمہ داری کے تحت حکمران کو نصیحت کرنے، حق بات کہنے اور اصلاح کی کوشش کرنے کی اجازت اور حوصلہ دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اطاعت کا حقیقی مفہوم اندھی فرمانبرداری نہیں بلکہ شعوری اور اخلاقی اطاعت ہے۔[10]

فقہی مباحث میں بھی اس توازن کو باریکی سے بیان کیا گیا ہے۔ فقہاء نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اطاعت کے ساتھ ساتھ فرد پر ضروری ہے کہ وہ حکمران کی ہر حرکت کو شرعی معیار کے تابع کرے اور اسی روش سے احتساب کی جائے۔ اس تناظر میں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اطاعت کا دائرہ صرف معروف تک محدود ہے اور اس کے ساتھ ہی فرد کو ظلم، کفر یا معصیت کی صورت میں اپنی دینی ذمہ داری کے مطابق انکار کرنے کا حق حاصل ہے۔

یہ توازن نہ صرف سیاسی استحکام کے لیے ضروری ہے بلکہ اس سے امت میں اخلاقی ذمہ داری، عدل پسندی اور شعور کی تربیت بھی ہوتی ہے۔ جب امت کے افراد یہ سمجھ جائیں کہ اطاعت کے ساتھ ساتھ احتساب اور عدمِ معصیت بھی ضروری ہے، تو وہ کسی بھی سیاسی بحران یا فتنہ میں اخلاقی اور فکری اصولوں سے دستبردار نہیں ہوتے۔ اس طرح یہ اصول نہ صرف نظم و ضبط فراہم کرتے ہیں بلکہ دینی اقدار کی حفاظت بھی یقینی بناتے ہیں۔

بالآخر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اطاعت، احتساب اور عدمِ معصیت کا یہ متوازن تصور اسلامی سیاسی فکر کی سب سے مضبوط خصوصیات میں سے ایک ہے۔ یہ امت کو صرف حکمرانوں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے ایک باشعور اور ذمہ دار شہری کی حیثیت عطا کرتا ہے، جو نہ صرف اجتماعی نظم کے لیے کوشاں رہتا ہے بلکہ اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داریوں سے بھی غافل نہیں ہوتا۔ یہی اصول آج کے سیاسی اور سماجی بحرانوں میں امت کے لیے رہنمائی کا سب سے مضبوط ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

عصرِ حاضر میں اطاعتِ امیر: غلط تعبیرات، فکری انحراف اور اصلاحی اصول

عصرِ حاضر میں اطاعتِ امیر کے تصور کو کئی بار غلط فہمیوں اور مسخ شدہ تشریحات کی نذر کیا گیا ہے۔ جدید سیاسی مباحث اور بعض مکاتبِ فکر نے اطاعت کو محض حکومتی حکم کی اندھی پیروی کے طور پر پیش کیا، جس سے فرد کی دینی، اخلاقی اور فکری ذمہ داری پس منظر میں چلی گئی۔ اس غلط

تعبیر نے بعض مسلم معاشروں میں سیاسی اطاعت کو ایک فطری لازمی شرط کے طور پر پیش کیا اور اس کے نتیجے میں حکومت کی غلطیوں یا ناانصافیوں پر عوامی تنقید کو کمزور کر دیا گیا۔ اس طرح کے رجحانات نے اطاعت اور فکری آزادی کے درمیان توازن کو متاثر کیا اور سیاسی شعور کی تربیت میں رکاوٹیں پیدا کیں۔

فکری انحراف کی ایک اور شکل یہ ہے کہ بعض حلقوں نے سیاسی اطاعت کو مذہبی حکم سے ہم پلہ کر دیا، یعنی حکمران کے ہر حکم کو شرعی اطاعت کے مترادف سمجھا۔ یہ تصور نہ صرف حدیثی اصول کے منافی ہے بلکہ شریعت کے بنیادی اصول، جیسے کہ اطاعت صرف معروف میں ہے اور معصیت میں نہ کرنے کی شرط، کو نظر انداز کرتا ہے۔ ایسے فکری انحراف نے امت میں عوامی شعور اور اخلاقی سنجیدگی کے فقدان کو جنم دیا اور سیاسی فیصلوں میں مذہبی اصولوں کے مؤثر اطلاق کو محدود کر دیا۔

عصرِ حاضر میں میڈیا، سوشل میڈیا اور سیاسی پروپیگنڈہ نے بھی اطاعت کے تصور کو پیچیدہ بنایا ہے۔ بعض پلیٹ فارمز پر حکومتی اقدامات کی غیر مشروط حمایت یا مخالفت کی تحریکیں ابھرتی ہیں، جو حقیقت اور شریعت کے اصولوں سے الگ ہوتی ہیں۔ اس صورت میں عوامی فہم اور دینی شعور کی تربیت انتہائی ضروری ہو جاتی ہے تاکہ ہر فرد سیاسی اطاعت اور دینی اطاعت میں فرق کو سمجھ سکے اور اندھی پیروی یا غیر منطقی مخالفت سے بچے۔

اصلاحی اصول کے طور پر، اطاعتِ امیر کو عصرِ حاضر میں اصولی فریم ورک کے تحت سمجھنا لازم ہے۔ اس میں فرد کی دینی ذمہ داری، اجتماعی نظم کی حفاظت اور فکری آزادی کو ساتھ ساتھ برقرار رکھا جائے۔ احادیث اور فقہی مباحث اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اطاعت کا دائرہ صرف معروف اور شریعت کے مطابق ہونا چاہیے، جبکہ حکمران کی غلطیوں یا معصیت پر فرد کو نصیحت، اصلاح اور احتجاج کا حق حاصل ہے۔ یہ اصول عصرِ حاضر کے سیاسی اور سماجی ماحول میں امت کو فکری اور اخلاقی طور پر مضبوط بناتا ہے۔

مزید یہ کہ عصرِ حاضر میں اطاعت کے اصلاحی اصولوں کی عملی اہمیت تب بڑھ جاتی ہے جب عوام اور قیادت دونوں اپنی حدود و ذمہ داریوں کو پہچانیں۔ قیادت کو چاہیے کہ وہ عدل، شفافیت اور شرعی معیار کی پابندی کرے، جبکہ عوام کو چاہیے کہ وہ شرعی اور اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے حکمران کی اصلاح اور احتساب کے لیے متوازن رویہ اختیار کریں۔ اس طرح اطاعت نہ اندھی بنے گی اور نہ ہی سیاسی انتشار کو فروغ ملے گا، بلکہ ایک مضبوط اور فکری طور پر بیدار معاشرہ وجود میں آئے گا۔

عصرِ حاضر میں اطاعتِ امیر کے معاملے میں ایک اور پیچیدہ پہلو یہ ہے کہ عالمی سیاسی نظام اور بین الاقوامی تعلقات نے بھی مسلمانوں کے سیاسی شعور پر اثر ڈالا ہے۔ عالمی طاقتیں بعض اوقات مقامی حکمرانوں کی حوصلہ افزائی یا دباؤ کے ذریعے سیاسی اطاعت کو اپنی پسند کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس تناظر میں اسلامی اصولوں کے مطابق اطاعت اور اخلاقی ذمہ داری کے درمیان توازن برقرار رکھنا نہایت ضروری ہو جاتا ہے، تاکہ امت کی خود مختاری اور فکری آزادی متاثر نہ ہو۔

جدید دور میں نوجوان نسل کی تربیت اور سیاسی آگاہی بھی اطاعت کے مسئلے کو متاثر کرتی ہے۔ سوشل میڈیا اور جدید تعلیمی نظام میں بعض اوقات حکومتی اقدامات کو بلا تحقیق تسلیم کرنے یا مکمل مخالفت کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ حدیثی تعلیمات کے مطابق، ہر مسلم کا فکری شعور اور

اخلاقی بصیرت کا ہونا لازمی ہے، تاکہ وہ حکمران کے ہر حکم کو بلا تحقیق قبول نہ کرے اور نہ ہی بلا دلیل مخالفت کرے۔ اسی طرح اصلاحی رویہ اختیار کرتے ہوئے فرد حکمران کے غلط اقدامات کی نشاندہی کر سکتا ہے۔

اسلامی فکر میں اطاعت اور احتساب کو ایک ساتھ دیکھا گیا ہے تاکہ سیاسی نظم اور اخلاقی اصول دونوں برقرار رہیں۔ عصرِ حاضر میں اس اصول کو اپنانا زیادہ ضروری ہو گیا ہے کیونکہ حکمران اور عوام دونوں مختلف دباؤ اور پروپیگنڈے کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں احادیث اور فقہی قواعد امت کو ایک متوازن فریم ورک فراہم کرتے ہیں، جس کے تحت نہ تو اندھی اطاعت جائز ہے اور نہ ہی بلا سوچ سمجھ کے بغاوت۔

عصرِ حاضر میں حکومت اور عوام کے تعلق میں شفافیت اور اعتماد کا فقدان بھی اطاعت کے مسئلے کو پیچیدہ بناتا ہے۔ احادیث میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اطاعت کا مطلب اندھی فرمانبرداری نہیں بلکہ شعوری، اخلاقی اور دینی بنیادوں پر عمل ہے۔ جب حکمران کی شفافیت اور عدل کی پابندی کمزور ہو جائے، تو امت کو اپنی ذمہ داری کے تحت احتساب اور اصلاح کا حق حاصل ہے، تاکہ نظم و انصاف قائم رہے اور فتنہ نہ پھیلے۔[11]

فکری تربیت اور دینی شعور عصرِ حاضر میں سیاسی فتنوں کے دوران اطاعت کے صحیح فہم کے لیے نہایت اہم ہیں۔ امت کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اطاعت کے اصول، معصیت سے بچاؤ اور حکمران کی اصلاح ایک دوسرے کے متضاد نہیں بلکہ ایک مکمل نظام ہیں۔ یہ اصول نوجوان نسل کو سیاسی، سماجی اور دینی ذمہ داریوں سے روشناس کرواتے ہیں اور انہیں ہر قسم کے سیاسی انتشار اور اخلاقی انحراف سے محفوظ رکھتے ہیں۔

اطاعتِ امیر کے عصرِ حاضر میں عملی نفاذ کے لیے نصیحت، اصلاح اور شریعت کی روشنی میں سیاسی شعور کی بیداری لازمی ہے۔ احادیث میں متعدد مقامات پر یہ ہدایت ملتی ہے کہ امت کے افراد حکمران کی اصلاح اور نصیحت کے لیے فعال رہیں، مگر ایسا عمل فتنہ، انتشار یا خونریزی کا سبب نہ بنے۔ یہی فریم ورک عصرِ حاضر کے پیچیدہ سیاسی حالات میں امت کو متوازن رویہ اختیار کرنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ عصرِ حاضر میں اطاعتِ امیر کا تصور ایک زندہ اور عملی اصول کے طور پر موجود ہے، مگر اس کا صحیح فہم اور اطلاق صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو دینی، فقہی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ سیاسی شعور بھی رکھتے ہوں۔ اس فہم کے بغیر اندھی اطاعت یا غیر منطقی بغاوت دونوں ممکن ہیں، جبکہ حدیثی اور فقہی تعلیمات امت کو ایک متوازن، فکری اور اخلاقی طور پر مستحکم رویہ اختیار کرنے کی رہنمائی فراہم کرتی ہیں، جو عصرِ حاضر کے سیاسی، سماجی اور اخلاقی بحرانوں میں امت کی بقا اور فلاح کا ضامن ہے۔

خلاصہ

عصرِ حاضر میں اطاعتِ امیر کا مسئلہ نہ صرف سیاسی بلکہ فکری اور اخلاقی پہلوؤں سے بھی انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ حدیثی اور فقہی تعلیمات کے مطابق اطاعت کا حقیقی مفہوم اندھی فرمانبرداری نہیں بلکہ شعوری، اخلاقی اور دینی ذمہ داری کے ساتھ حکمران کی اصلاح اور احتساب کا توازن قائم رکھنا ہے۔ عصرِ حاضر میں سیاسی فتنوں، عالمی دباؤ، سوشل میڈیا اور تعلیم کے جدید نظام نے اس تصور کو پیچیدہ بنایا ہے، جس سے بعض اوقات غلط تعبیرات اور فکری انحراف پیدا ہوتے ہیں۔

احادیث میں واضح اصول یہ ہیں کہ اطاعت صرف معروف اور شرعی حدود میں جائز ہے، اور حکمران کی معصیت یا ظلم کی صورت میں امت کو نصیحت اور اصلاح کا حق حاصل ہے۔ عصرِ حاضر میں نوجوان نسل کی تربیت، سیاسی شعور اور اخلاقی بصیرت اطاعت کے صحیح فہم کے لیے لازمی ہے تاکہ اندھی پیروی یا بلا سوچ کی مخالفت سے بچا جا سکے۔ اس فہم کے تحت امت ایک متوازن، باشعور اور ذمہ دار شہری کی حیثیت اختیار کرتی ہے، جو سیاسی نظم، دینی اصول اور اخلاقی اقدار کے درمیان توازن قائم رکھتا ہے۔

آخر کار، اطاعتِ امیر کے عصرِ حاضر میں درست فہم سے امت کو سیاسی انتشار، اخلاقی انحراف اور فکری کمزوری سے بچایا جا سکتا ہے، اور یہ اصول دینی تعلیمات کے مطابق اجتماعی بقا، فلاح اور اصلاح کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

حوالہ جات

---

[1] الحُجرات، ۹

[2] امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، حدیث ۱۸، ترجمہ: محمد زاهد (کراچی: دار القلم، ۲۰۱۵)، ۴۵۔

[3] امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الجهاد، حدیث ۲۴۵، ترجمہ: احمد رضا (لاہور: مکتبہ اشاعت، ۲۰۱۸)، ۱۵۰۔

[4] شیخ ابو بکر جابر الجزائری، *آیسر التفاسیر*، (ریاض: دار العلوم، ۲۰۱۷)، ۳۵۔

[5] مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی، تفسیر القرآن الکریم، (کراچی: ادارہ فکر اسلامی، ۲۰۱۶)، ۴۸۔

[6] مسلم، امام مسلم۔ صحیح مسلم۔ کتاب الإمارة، حدیث 18، 4540۔

[7] ترمذی، امام ابو عیسی۔ *جامع ترمذی*۔ کتاب الفتن، حدیث 2161۔

[8] نسائی، امام احمد بن شعیب۔ *سنن نسائی*۔ کتاب الجهاد، حدیث 4201۔

[9] ابو حنیفہ، امام۔ الفتاویٰ النعمانیہ۔ ج 3۔ لاہور: مطبعة النعمان، 2005۔

[10] شافعی، امام۔ *الام*۔ ج 1۔ بیروت: دار الفکر، 1999۔

[11] ابو داؤد، امام سلیمان۔ *سنن ابی داؤد*۔ کتاب الإمارة، حدیث 2785۔